السِّتْرَ، وَتُوُفِّیَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

نے یہ ارادہ کیا کہ وہ (خوشی کے غلبہ سے) نماز توڑ دیں گے آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم نماز پوری کرو پس آپ نے پردہ گرا دیا اور اس دن کے آخر میں آپ وصال فرما گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٨٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھنا اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا تو تمام صحابہ نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا۔

٩٥ - بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ

امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے

یعنی تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنا واجب ہے' حضر میں بھی اور سفر میں بھی' خواہ نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے خواہ آہستہ آواز سے اور خواہ نمازی امام ہو یا مقتدی ہو' امام بخاری نے مقتدی کے قرآن پڑھنے کی قید اپنے مذہب کے موافق لگائی ہے' کیونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مقتدی پر قرآن پڑھنا واجب نہیں ہے' امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے' امام بخاری نے تنہا نماز پڑھنے والے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہے۔

٧٥٥ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ، اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ! قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اَمَّا اَنَا، وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا، اُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ. قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ. فَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا، اِلَى الْكُوْفَةِ، فَسَاَلَ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ، وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ قَالَ اَمَّا اِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی' حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا اور اہل کوفہ پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو عامل بنا دیا' اہل کوفہ نے اپنی شکایت میں یہ ذکر کیا کہ حضرت سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت عمر نے ان کو بلوایا' پھر کہا: اے ابواسحاق! یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے' حضرت ابواسحاق نے کہا: سنیں! اللہ کی قسم! میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے نماز پڑھاتا ہوں' میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا' میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں' میں پہلی دو رکعتوں میں لمبا قیام کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں' حضرت عمر نے کہا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت سعد کے ساتھ ایک شخص کو یا کئی اشخاص کو کوفہ کی طرف بھیجا' پھر

نَشَدْتَنَا، فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ. قَالَ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُوْنٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ. قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

[اطراف الحدیث:٧٥٨-٧٧٠]

(صحیح مسلم:٣٥٣، الرقم المسلسل:٩٩٨، سنن ابوداؤد:٨٠٣، سنن نسائی:١٠٠٣، مسند ابوداؤد الطیالسی:٢١٧، مصنف عبدالرزاق:٣٧٠٦، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٠٢، مسند البزار:١٠٦٢، مسند ابویعلیٰ:٦٩٣، صحیح ابن خزیمہ:٥٠٨، المعجم الکبیر:٣٠٨، حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٦١، سنن بیہقی ج ٢ ص ٦٥، تاریخ بغداد ج ١ ص ٤٥، مسند احمد ج ١ ص ١٧٦ طبع قدیم، مسند احمد:١٥١٨- ج ٣ ص ١٠٤، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت سعد کے متعلق اہل کوفہ سے پوچھا اور ہر مسجد والوں سے حضرت سعد کے متعلق سوال کیا، سب ان کی تعریف اور تحسین کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بنو عبس کی ایک مسجد میں گئے تو ان میں سے اسامہ بن قتادہ نام کا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کی کنیت ابوسعدہ تھی، اس نے کہا: بہرحال جب تم نے ہمیں قسم دی ہے تو سنو! بے شک حضرت سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، اور برابر برابر (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات میں عدل نہیں کرتے، حضرت سعد نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں (اس کے خلاف) تین دعائیں کرتا ہوں: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے، اور دکھانے اور سنانے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کے فقر کو زیادہ کر، اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے، حضرت جابر بن سمرہ نے کہا: بعد میں جب اس شخص کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتا تھا: میں بہت بوڑھا اور فتنہ میں مبتلا ہوں، مجھے حضرت سعد کی دعا سے فتنہ کا سامنا ہے۔ عبدالملک نے کہا: میں نے بعد میں اس شخص کو دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر گر گئی تھیں اور وہ راستے میں لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (٢) ابوعوانہ اور ان کا نام الوضاح بن عبداللہ الیشکری ہے، یہ ربیع الاول ١٧٦ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبدالملک بن عمیر بن سوید الکوفی، انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں اور یہ ذوالحجہ ١٣٦ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ کوفہ کے قاضی تھے (٤) حضرت جابر بن سمرہ بن جنادہ العامری اسوائی، ان کی کنیت ابوخالدہ یا ابوعبداللہ ہے، ان کے والد صحابی تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ١٤٦ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام مسلم ٢٦ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے، ان کی کوفہ میں سکونت تھی اور انہوں نے وہیں گھر بنالیا تھا اور بشر بن مروان کی حکومت میں ان کی وفات ہوگئی تھی، ایک قول یہ ہے کہ یہ مختار کے ایام میں ٦٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ابی وقاص کا نام مالک بن اھیب ہے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی، مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں ان کا محل تھا، وہیں ان کی وفات ہوئی تھی، پھر لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے کر آئے اور ٥٥ھ میں ان کو البقیع میں دفن کیا گیا، عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کی عمر میں اختلاف ہے، آخری قول یہ ہے کہ ان کی عمر ٨٣ سال تھی (٦) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (٧) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، یہ ٣٧ھ میں جنگ صفین میں شہید کیے گئے، اس وقت ان کی عمر ٩٣ سال تھی، حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (٨) اسامہ بن قتادہ (٩) جس شخص کو حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بھیجا

تھا' ان کا نام محمد بن مسلمہ انصاری تھا' ابن التین نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن ارقم کو بھیجا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے ان کے ساتھ تین آدمی بھیجے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ٧-٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی' اس کی تفصیل

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: اے اللہ! اس کی عمر لمبی کر' حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر بہت لمبی ہو حتیٰ کہ وہ "ارذل العمر" اور "اسفل السافلین" تک پہنچ جائے اور اس کے تمام اعضاء ضعیف ہو جائیں' اور کہا: اس کا فقر لمبا کر یعنی اس کے پاس مال کم ہو اور اس کے عیال اور مصارف زیادہ ہوں اور تیسری دعا یہ کی کہ اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔

حضرت سعد نے اس کے لیے یہ تین دعائیں اس لیے کی تھیں کہ اس مخالف یعنی اسامہ بن قتادہ نے حضرت سعد سے تین ایسے فضائل کی نفی کی تھی' جو تمام کمالات اور فضائل کی اصل ہیں' اس نے کہا: یہ لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اور اس طرح حضرت سعد سے شجاعت کی نفی کی اور اس نے کہا: یہ برابر برابر تقسیم نہیں کرتے اور اس طرح حضرت سعد سے حکمت کی نفی کی' پھر کہا: یہ مقدمات میں عدل نہیں کرتے اور اس سے حضرت سعد کی عدالت کی نفی کی' ان تین عیوب کے مقابلہ میں حضرت سعد نے اس کے لیے تین دعاہائے ضرر کیں' حضرت سعد نے دعا کی: اس کی عمر لمبی کرتا کہ اس کے جسم کو ضرر پہنچے اور دعا کی: اس کے فقر کو لمبا کرتا کہ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو اور یہ فتنوں میں مبتلا ہو تا کہ اس کی آخرت خراب ہو' اس نے حضرت سعد کو جو رسوا کرنے کا ارادہ کیا تھا' اس میں ناکام ہوا اور خود رسوائی اس کا مقدر بن گئی۔

جو شخص مظلوم ہو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص مظلوم تھے' اسامہ بن قتادہ نے ان پر جھوٹے الزام لگائے تھے اور وہ مستجاب الدعوات تھے' حدیث میں ہے:

حضرت سعد رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! جب سعد دعا کرے تو اس کی دعا کو قبول فرمانا۔

(سنن ترمذی: ٣٧٥١)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے موقف پر استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کہا: میں پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم قراءت کرتا ہوں۔

حدیث کے اس قطعہ سے ہمارے اصحاب نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر استدلال کیا ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت واجب نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ وغیرہ نے کہا ہے: اگر چاہے تو بعد کی دو رکعتوں میں قرآن مجید پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر چاہے تو خاموش رہے' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' مگر افضل یہ ہے کہ وہ قرآن پڑھے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نمازی کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ٢٠) پس جتنا قرآن تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا' پس قرآن پڑھنے کے لیے پہلی رکعت متعین ہو گئی اور دوسری رکعت میں ہم نے قرآن مجید کے پڑھنے کو پہلی رکعت سے استدلال کرتے ہوئے واجب کہا ہے کیونکہ یہ دونوں رکعتیں ہر اعتبار سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ نے فرمایا: میں بعد کی دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں' اس کا معنی ہے: میں ان میں قرآن نہیں پڑھتا' جیسا کہ صحیح البخاری: ۷۷۰ میں اس کی تصریح ہے یا ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے یا تسبیح پڑھتے تھے۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں' اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۲)

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے شریح کی طرف لکھا کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۳)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء یہ کہتے تھے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھو اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۵)

یزید الفقیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۲۸)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ دن کی نمازوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتی تھیں اور آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳۶)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲)

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ پہلی دو رکعت میں قرآن پڑھتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳)

ابن الاسود نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اور تکبیر کو پڑھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی تھی' پھر بھی حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ مصلحت کی وجہ سے بے قصور عامل کو بھی معزول کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو معزول کر دیا حالانکہ قیامت تک ان سے زیادہ نیک عامل آنے والا نہیں تھا' حضرت عمر نے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ایسا کیا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: میں نے احتیاط کی وجہ سے ایسا کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے اس لیے ایسا کیا کہ وہ کسی عامل کو چار سال سے زیادہ اس کے منصب پر برقرار نہیں رکھتے تھے۔

ہمارے دور میں معمول یہ ہے کہ جس افسر کے خلاف کوئی ماتحت شکایت کرے' اس کی شکایت اس افسر کے پاس بھیج دی جاتی ہے' جس کے نتیجہ میں وہ افسر اس ماتحت کے خلاف انتقامی کارروائی کرتا ہے' حضرت عمر نے جس افسر کے خلاف شکایت تھی' اس کو

معزول کر کے اس کے خلاف تفتیش اور تحقیق کی تا کہ عدل کے تقاضے پورے ہو جائیں اور یہ نہ کہا جائے کہ اس افسر کے اقتدار کی وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف زبان نہیں کھولی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن قتادہ کے خلاف تین دعاء ہائے ضرر کیں اس میں یہ دلیل ہے کہ ظالم کے خلاف دعاء ضرر کرنا جائز ہے اور یہ دعاء ضرر اس کو مستلزم نہیں ہے کہ حضرت سعد اس سے معصیت کے وقوع کو طلب کر رہے تھے اس کے ثبوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خلاف یہ دعاء ضرر ہے:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰی يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ (یونس:٨٨)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے سو یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں○

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی قوم کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہیں نہ کہ ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرتے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قوم کو دعوت اور تبلیغ کر دی جائے اور ان پر حجت تمام کر دی جائے اور قوم پھر بھی ایمان نہ لائے اور اس کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہے تو پھر آخری چارہ کار یہ رہ جاتا ہے کہ اس قوم کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نبی کی زبان سے اس قوم کے خلاف ہلاکت کی دعا جاری ہو جاتی ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی اس کے باوجود جب معدودے چند لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لائے تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے خلاف یہ دعا کی:

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا○ (نوح:٢٧-٢٦)

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! تو زمین پر کسی بسنے والے کافر کو نہ چھوڑنا○ اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ ضرور بہت دھوکا دیں گے اور بدکار کافروں کو جنم دیں گے○

انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر میں اُردو مترجمین نے بددعا کا لفظ استعمال کیا ہے:

یونس:٨٨ کی تفسیر میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اگر چہ پیغمبر کا کام پیغام حق سنانا ہوتا ہے بددعا کرنا نہیں ہوتا لیکن جب کسی قوم کی ہدایت کا امکان ہی باقی نہ رہے تو باذن الٰہی وہ بددعا کرتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ٢ ص ٣٢٧ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ١٤٠٢ھ)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ لکھتے ہیں:

آپ نے بددعا کی کہ اے خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے۔

(حاشیہ شبیر احمد عثمانی بر ترجمہ شیخ محمود الحسن دیوبندی ص ٢٨٢ طبع کراچی)

نوح:٢٧-٢٦ کی تفسیر میں غیر مقلد عالم صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

یہ بددعا اس وقت کی جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے بالکل مایوس ہو گئے۔

(شیخ جوناگڑھی کے ترجمہ پر شیخ صلاح الدین کا حاشیہ ص ١٦٣٧ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس)

سید مودودی نے لکھا ہے: حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کی بناء پر نہ تھی' حضرت موسیٰ نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے حق میں یہ بددعا کی تھی۔ (تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۰۴)

ہمارے نزدیک کسی بھی نبی علیہ السلام کا کیا ہوا کوئی بھی کام بدنہیں ہوتا' نبی کا ہر کام نیک اور حسن ہوتا ہے اور اس کا کام امت کے لیے لائق اتباع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام بد ہو' اس سے اجتناب واجب ہوتا ہے اور نبی کے کسی بھی کام کو بد کہنا' اس نبی کی ایک گونہ توہین ہے' اس سے احتراز کرنا اور اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' صحیح مسلم: ۹۱۹۔ ج ۱ ص ۱۲۴۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از محمود بن الربیع از حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہوتی۔

(صحیح مسلم: ۳۹۴' الرقم المسلسل: ۸۵۰' سنن ابوداؤد: ۸۲۲' سنن ترمذی: ۲۴۷' سنن نسائی: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۸۳۷' مسند الحمیدی: ۳۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۶۰' المنتقیٰ: ۱۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۸' صحیح ابن حبان: ۱۷۸۲' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۲۔۳۲۱' المستدرک ج ۱ ص ۲۳۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۷۷۔ ج ۳۷ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۶۸۸' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۸۷۴)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر المدینی البصری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع بن سراقہ الخزرجی الانصاری' یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے داماد تھے' ان کو یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کے کنویں سے ڈول میں پانی لے کر ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی (۵) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۴)

حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کا سفر اور حضر کی تمام نمازوں میں قرآن پڑھنا خواہ جہری نماز ہو یا سری' اور یہ عنوان اس سے عام ہے کہ امام اور مقتدی سورہ فاتحہ پڑھیں یا کوئی اور سورت پڑھیں' اور چونکہ باب کے عنوان میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے' اس لیے یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن المبارک' اوزاعی' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور' داؤد بن علی وغیرہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ تمام نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی نے احکام القرآن میں کہا ہے کہ ہمارے علماء کے اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں: (۱) ابن القاسم مالکی نے

کہا ہے: جب امام آہستہ قراءت کرے اس وقت اس کے پیچھے قراءت کرے (۲) ابن وہب اور اشہب نے کہا ہے: وہ سورۂ فاتحہ پڑھے (۳) محمد بن عبد الحکم نے کہا ہے: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر وہ نہیں پڑھے گا تب بھی کافی ہے گویا کہ ان کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۸۔۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

ابوعمرو ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کا قول مختلف نہیں ہے کہ جو شخص دو رکعت کی نماز میں سے کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جو شخص تین رکعت نماز یا چار رکعت نماز کی کسی ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو اس مسئلہ میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز دہرائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے تو نماز ہو جائے گی۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جب تک وہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان بن ابی العاص اور خوات بن جبیر سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا متعین نہیں ہے وہ قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی ایک آیت پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ (المغنی ج ۲ ص ۳۲ دار الحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

ابن حزم نے محلّٰی میں کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا فرض ہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اس میں فرض اور نفل برابر ہیں۔ الثوری اور اوزاعی نے ایک روایت میں اور امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد اور امام احمد نے ایک روایت میں کہا ہے اور عبد اللہ بن وہب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ مقتدی ہرگز قرآن نہ پڑھے نہ سورہ فاتحہ نہ کسی اور سورت کو کسی نماز میں اور یہی ابن المسیب اور تابعین کی ایک جماعت کا قول ہے اور فقہاء حجاز اور شام نے کہا ہے کہ جہری نمازوں میں نمازی قراءت نہ کرے اور سرّی نمازوں میں قراءت کرے اور امام شافعی نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سورہ فاتحہ کے بغیر جنس نماز کی نفی کر دی ہے۔ (المحلی ج ۳ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۳ء)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (المزمل: ۲۰) پس جتنا قرآن تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اس کو پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آسانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کو سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مقید کرنا نص قرآن پر زیادتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرتا ہے پس جس کم سے کم آیت پر قرآن کریم کا اطلاق ہو اس کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھنا فرض نہیں ہے پس متعین ہو گیا کہ اس آیت میں نماز میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ آیت تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے تو اس آیت سے استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس چیز کا رکن ہونا مشروع ہو چکا ہے وہ منسوخ نہیں ہوگا تہجد کی نماز کا صرف وجوب منسوخ ہے نہ کہ نماز کے فرائض اس کی شرائط اور باقی احکام اس کی دلیل یہ ہے کہ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا: "فَاقْرَءُوْا

مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ '' (المزمل:۲۰) اور تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہونے کے بعد تہجد کا نفل ہونا باقی رہا اور جن فقہاء نے فرض میں سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو شرط کہا ہے انہوں نے نفل میں بھی سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کو فرض کہا ہے اور جن فقہاء نے اس کو فرض نماز میں شرط نہیں کہا' انہوں نے اس کو نفل نماز میں بھی فرض نہیں کہا اور یہ آیت نفل نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی نفی کرتی ہے' پس فرض نماز میں بھی اس کے پڑھنے کی نفی ہو جائے گی کیونکہ ان میں فرق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں لفظ ''ما'' مجمل ہے اور حدیث سے اس کی تفصیل اور تعیین ہو گئی ہے اور وہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مجمل ہوتی تو بیان سے پہلے اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا جب کہ ایسا نہیں ہے' درحقیقت اس آیت میں لفظ ''ما'' عام ہے اور ہمارے نزدیک عام کو خاص پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور علماء امت نے اس کو قبول کیا ہے اور حدیث مشہور سے قرآن مجید پر زیادتی کرنا جائز ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حدیث مشہور ہے' کیونکہ حدیث مشہور وہ ہوتی ہے جس کو فقہاء تابعین نے قبول کیا ہو اور فقہاء تابعین کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے' اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ یہ حدیث مشہور ہے تو حدیث مشہور کے ساتھ قرآن مجید پر زیادتی اس وقت جائز ہوتی ہے جب وہ حدیث محکم ہو اور یہ حدیث محکم نہیں ہے' اس حدیث کا قطعی طور پر یہ معنی نہیں ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جیسا کہ درج ذیل حدیث کا یہ معنی کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔

(سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۱' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۲۰' المستدرک ج ۱ ص ۲۴۶' کنز العمال: ۲۰۷۳۷)

اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

فقہاء احناف نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس شخص کی قراءت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۵۰' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵۔ ۳۲۳' شرح معانی الآثار: ۱۲۵۹' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۱' کنز العمال: ۱۹۶۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۱)

علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی از امام ابوحنیفہ از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن ابی شداد از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے امام ابوحنیفہ اور الحسن بن عمارہ کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۶۶۹' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ عینی' امام دارقطنی پر رد کرتے ہیں:

اگر دارقطنی میں ادب ہوتا اور وہ حیا کرتا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے متعلق ایسے الفاظ نہ کہتا کیونکہ وہ اہل مشرق اور اہل مغرب کے امام ہیں' یحییٰ بن معین نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ان کو ضعیف کہا ہو' شعبہ نے کہا: وہ اہل دین میں ثقہ اور صادق ہیں' عبد اللہ بن مبارک اور دیگر ائمہ نے ان کی تحسین کی ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد سے ان کے محامد اور

مناقب منقول ہیں' یہ دارقطنی کا تعصب ہے جو اس نے امام اعظم کو ضعیف کہا ہے' درحقیقت دارقطنی خود ضعیف کہلانے کا مستحق ہے' اس نے اپنی سنن میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی اسانید سقیمہ (ضعیفہ) معلولہ' منکرہ' غریبہ اور موضوعہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حیرت ہے کہ امام دارقطنی' امام شافعی کے مقلد ہیں اور امام شافعی' امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٣٤٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

کاش! امام دارقطنی' امام اعظم ابوحنیفہ کو ضعیف کہتے وقت کم از کم اپنے امام کے قول کی لاج رکھ لیتے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورہ فاتحہ نہ پڑھنا

ہمارا استدلال اس حدیث سے بھی ہے' جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وفات میں پڑھائی ہوئی نماز کے متعلق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے قراءت شروع کی' جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قراءت کر چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ١٢٣٥' مسند احمد ج ١ ص ٣٥٧' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوری سورۃ الفاتحہ پڑھی تھی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' کیونکہ جہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی' وہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت کی ابتداء کی تھی' لہٰذا پوری سورۃ الفاتحہ کسی نے بھی نہیں پڑھی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ کو نماز میں پڑھنا واجب نہیں ہے۔

امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ الکوفی العبسی المتوفی ٢٣٥ھ اور امام عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی' ان کا گمان تھا کہ وہ صبح کی نماز تھی' آپ نے نماز پڑھانے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے قرآن پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: جی! میں نے پڑھا ہے' آپ نے فرمایا: میں (دل میں) کہہ رہا تھا: کیا ہوا جو قرآن مجھ سے کھنچ رہا ہے (یعنی میری زبان پر نہیں آ رہا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٦٠' مصنف عبدالرزاق: ٢٧٩٨)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰیO'' (الاعلیٰ: ١) پڑھی ہے؟ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے پڑھی ہے' آپ نے فرمایا: میں نے جان لیا تھا کہ تم میں سے کسی نے مجھے خلل میں ڈالا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٧' مصنف عبدالرزاق: ٢٨٠١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: تم میرے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٨' مصنف عبدالرزاق: ٢٨٠٣۔ ٢٨٠٢)

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت اُس شخص کی قراءت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٧٧٩' مصنف عبدالرزاق: ٢٨٠٠)

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آیا میں امام کے پیچھے قرآن پڑھوں؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: نماز میں مشغولیت ہے اور تمہاری قراءت کے لیے امام کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۰ 'مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۶)

ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس نے فطرت سے خطاء کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۱ 'مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۴)

ابونجاد نے حضرت سعد سے روایت کیا کہ میری خواہش ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآن پڑھے'اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۲)

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن کو پڑھنا نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۳)

نافع اور ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: تمہیں امام کا قرآن پڑھنا کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۴)

اسود نے کہا: اگر میں انگارے چباؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں امام کے پیچھے قرآن کو پڑھوں' جب کہ مجھے معلوم ہو کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۵)

حضرت جابر رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھا جائے گا' خواہ امام جہراً پڑھے یا سرًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا' اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۸ 'مصنف عبد الرزاق:۲۸۰۵)

الاسود بن یزید نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے'اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۸۹ 'مصنف عبد الرزاق:۲۸۱۰)

ابو ہارون نے حضرت ابوسعید رضی اللہ سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے فرمایا: اس کے لیے امام کافی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۱)

سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۲)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: امام کے لیے خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۳)

محمد نے کہا: میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۴)

ابراہیم النخعی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۵)

ضحاک' امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے تمام اصحاب امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۸ 'مصنف عبد الرزاق:۲۸۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۹۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کا قرآن پڑھنا' اس کا قرآن پڑھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۰۲)

ابواسحاق شیبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ عہد لیا کہ تم امام کے ساتھ قرآن نہیں پڑھو گے' اور عبداللہ بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ قرآن پڑھنا فطرت میں سے نہیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۷)

حضرت عمر نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں پتھر بھر دو۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۹)

علقمہ بن قیس نے کہا: میری خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۱)

اسود نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۲)

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا اور ہمارے شیوخ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی' اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۱۳)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جو شخص امام کے پیچھے ہو کیا اس کے لیے امام کی قراءت کافی ہے؟ خواہ سرّی نماز ہو یا جہری؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف عبدالرزاق: ۲۸۲۱)

ان کثیر احادیث' آثار اور فتاویٰ تابعین سے واضح ہو گیا کہ نماز میں امام کے پیچھے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث اور آثار میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا بھی حکم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں کسی کام کی اباحت ہو اور دوسری میں ممانعت ہو تو ممانعت کی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے' خصوصاً جب کہ ممانعت کی احادیث میں اس قدر شدید وعید ہو کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھے' اس کے منہ میں مٹی بھر دو یا پتھر بھر دو یا آگ بھر دو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۷۷۔ ج ۱ ص ۱۱۲۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) قراءت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۲) قراءت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۳) قراءت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) قراءت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ (۵) سورہ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید' احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال (۶) امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث ونظر (۷) قراءت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔

۷۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ، وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. ثَلَاثًا، فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَهٗ! فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۹۳_۶۲۵۱_۶۲۵۲_۶۶۶۷]

از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے' پھر ایک شخص داخل ہوا' پس اس نے نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ' پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' سو وہ لوٹ گیا' پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ' پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی' یہ تین مرتبہ ہوا' پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' پس آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو' پس اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو' پھر تم رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر تم سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو' پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۹۷' الرقم المسلسل: ۸۶۰' سنن ابوداؤد: ۸۵۶' سنن ترمذی: ۳۰۳' سنن نسائی: ۸۸۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۵۷۷' صحیح ابن خزیمہ: ۴۶۱' صحیح ابن حبان: ۱۸۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۸۷' شرح معانی الآثار: ۱۳۵۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۶۳۵_ ج ۱۵ ص ۴۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۶۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' مسند الطحاوی: ۷۶۰۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) عبید اللہ بن عمر العمری (۴) سعید المقبری (۵) ان کے والد ابوسعید' ان کا نام کیسان اللیثی الجندعی ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۳)

اس حدیث کا عنوان ہے: امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو' پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو۔

سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اس اعرابی کے سلام کا جواب دیا اور بعد میں اس کو نماز کی تعلیم دی' اس سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا واجب ہے اور جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

آپ نے فرمایا: لوٹ جاؤ! پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ نے اس حدیث کی شرح میں کہا: جو شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط طریقہ سے نماز پڑھے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی' کیونکہ از القعنبی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اس طرح کیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: ۸۵۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی پڑھی ہوئی نماز کو نماز فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ اس کی نماز کامل نہیں ہوئی۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اس اعرابی کی نفس نماز ہوگئی تھی تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ اس کی نماز کامل طرح سے ہو جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود کی کم از کم مقدار یہ ہے کہ وہ رکوع کرے تو سیدھا رکوع کرے اور سجدہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ اطمینان سے سجدہ کرے اور اس مقدار کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور یہ امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۳۰۱)

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اللہ اکبر سے شروع کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پھر تم قرآن پڑھو' اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن مجید پڑھنا فرض ہے۔

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو' آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن پڑھنا فرض ہے کیونکہ یہ تعلیم کا مقام ہے' اگر سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر کر دیتے' پس اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔

اس حدیث میں آپ نے رکوع اور سجود دونوں میں اطمینان سے رکوع کرنے اور اطمینان سے سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجود دونوں میں طمانیت واجب ہے۔

آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال

اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: اپنی تمام نماز میں اس طرح کرو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا فرض ہے' جس طرح ہر رکعت میں رکوع اور سجود فرض ہے' اس کے برخلاف فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو آخری دو رکعت میں قرآن پڑھے اور اگر چاہے تو تسبیح پڑھے اور اگر اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا' پھر بھی اس کی نماز ہو جائے گی اور اس کے ثبوت میں انہوں نے از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ذکر کی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۳) حالانکہ متقدمین اور متاخرین نے الحارث پر جرح کی ہے' شعبی نے حارث پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے اور اگر بالفرض حضرت علی کی یہ روایت صحیح بھی ہو' پھر بھی حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے' ان میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے' بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور

کوئی سورت پڑھی جائے اور بعد کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۱۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا

علامہ عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر رکعت میں قرآن پڑھنا واجب ہے تو دوسری حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پہلی دو رکعت کی قراءت ہی بعد کی دو رکعت کی قراءت ہے کیونکہ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امامت کی شکایت کی تو حضرت سعد نے کہا:

ارکد فی الاولیین واحذف فی الاخریین. (صحیح البخاری: ۷۷۰)

میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا ہوں اور بعد کی دو رکعتوں میں قراءت کو حذف (ترک) کر دیتا ہوں۔

اور اگر انہوں نے از حارث از حضرت علی کی روایت پر اعتراض کیا ہے تو امام عبد الرزاق نے از معمر از الزہری از عبید اللہ بن ابی رافع روایت کی ہے کہ حضرت علی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتے' اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۸) اسی طرح علقمہ نے آخری دو رکعت میں ایک حرف بھی نہیں پڑھا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۶۵۹) اور یہ صحیح حدیث علامہ خطابی کے قول کے منافی ہے بلکہ از عبید اللہ از حضرت علی بھی یہ حدیث ثابت ہے' اور علامہ خطابی نے جو کہا ہے کہ متعدد صحابہ سے حضرت علی کے قول کے خلاف ثابت ہے یہ بھی درست نہیں کیونکہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بھی بعد کی دو رکعت میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۰) نیز حدیث میں ہے:

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو اور بعد کی دو رکعتوں میں تسبیح پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۲) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے (عبد الرزاق: ۲۶۶۵) اور ابراہیم نخعی سے بھی مروی ہے (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۵) اور ابن الاسود سے بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۷۴۶)

التہذیب میں مذکور ہے: امام ابن جریر طبری نے از حماد از ابراہیم از ابن مسعود روایت کی کہ وہ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعت میں بالکل قرآن نہیں پڑھتے تھے اور ہلال بن سنان نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن یزید کے پاس نماز پڑھی' میں نے سنا وہ تسبیح پڑھ رہے تھے اور منصور نے از جریر از ابراہیم روایت کی کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو' اور سفیان ثوری نے کہا: پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھو یا سورہ فاتحہ کے برابر تسبیح پڑھو اور اگر تم صرف تسبیح پڑھو تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں بعض دوسرے واجبات کو نہیں بیان کیا گیا' مثلاً نیت' قعدہ اخیرہ اور ترتیب ارکان' اسی طرح بعض وہ افعال جن کے وجوب میں اختلاف ہے جیسے تشہد اخیر' نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام افعال اس اعرابی کو معلوم ہوں' اسی لیے آپ نے ان کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کا ذکر کیا ہو لیکن راوی نے اختصار کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا ہو۔

اس جگہ یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو تین بار فرمایا: نماز دوبارہ پڑھو' تو آپ نے پہلی بار ہی اس کو نماز کا طریقہ کیوں نہ بتا دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس اعرابی نے یہ نہیں کہا تھا: مجھے تعلیم دیجئے' جب اس نے یہ کہا: میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا' سو آپ مجھے تعلیم دیجئے' تب آپ نے اس کو نماز کا طریقہ بتایا کیونکہ طلب کے بعد جو چیز حاصل ہو' وہ یاد